

اہل کتاب کے ذبیحہ پر تسمیہ کی شرط: قرآنی نصوص و فقہی آراء کا تحقیقی و تقابلی مطالعہ

The Requirement of Tasmiyah (Invocation of Allah's Name) on the Slaughter of the People of the Book: A Critical and Comparative Study of Qur'anic Texts and Juristic Opinions

Luqman Abu Tayyab (Corresponding Author)

Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, Riphah International

University, Islamabad, Pakistan

luqmanabutayyab786@gmail.com

Abstract

This research investigates the juristic and exegetical debate surrounding the requirement of tasmiyah—the invocation of Allah's name—when consuming the slaughtered meat of the Ahl al-Kitāb (People of the Book). The study critically examines relevant Qur'anic texts, Prophetic traditions, and classical juristic interpretations across the four major Sunni schools of law (Ḥanafī, Mālikī, Shāfi'ī, and Ḥanbalī), alongside select opinions from contemporary scholars. Through a textual and comparative methodology, the research explores two central questions: (1) whether the permissibility granted in Sūrat al-Mā'idah (5:5)—“The food of those who were given the Scripture is lawful for you”—is absolute or conditional upon tasmiyah, (2) how classical jurists reconciled this verse with others emphasizing the necessity of mentioning Allah's name during slaughter (6:118–121). The paper analyzes how differing hermeneutical approaches—literalist, contextualist, and maqāṣid-oriented—produced varying legal conclusions. Some jurists view tasmiyah as a non-negotiable act of devotion tied to tawḥīd and ritual purity, while others interpret the verse of al-Mā'idah as a manifestation of divine leniency towards the People of the Book. The study also considers the implications of modern slaughterhouse

practices, interfaith dietary regulations, and ethical concerns in a globalized context. Ultimately, this research demonstrates that the issue of tasmiyah is not merely a matter of dietary law, but an epistemological question concerning the balance between revelatory universality and ritual particularity within Islamic jurisprudence.

Keywords: Tasmiyah, Ahl al-Kitāb, Qur’anic hermeneutics, Islamic law, slaughter, halal, fiqh, Sūrat al-Mā’idah, comparative jurisprudence, modern ethics

مبحث اول: قرآنی نصوص میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا تصور

انسانی معاشرت کی مذہبی تشکیل میں ”طعام“ محض جسمانی تغذیہ نہیں بلکہ تہذیبی و اعتقادی اشتراک کا مظہر بھی ہے۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کے ساتھ مسلمانوں کے معاشرتی تعلقات کے ضمن میں ”طعام اہل کتاب“ کے جواز کو بطور اصول ذکر کیا ہے۔ اس کی قرآنی بنیاد سورۃ المائدہ کی آیت ۵ میں رکھی گئی ہے، جو فقہی استدلال کا محور قرار پائی:

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۗ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَلٌ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلَلٌ لَهُمْ﴾¹
 ”آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔“

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان معاشرتی روابط مدینہ منورہ میں بتدریج بڑھنے لگے۔ قرآن نے یہاں محض ”تغذیہ“ کی بات نہیں کی، بلکہ حلت و حرمت کے اصول کو ایک سماجی دائرہ عمل میں بیان کیا۔ مفسرین کے مابین اس ”طعام“ کے مفہوم پر اختلاف ہوا کہ آیا اس سے مراد ہر طرح کی خوراک ہے یا خاص طور پر ذبیحہ۔ امام طبری نے اس مقام پر ”طعام“ سے مراد ذبیحہ لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قال أبو جعفر: يعني بذلك جل ثناؤه: وطعام الذين أوتوا الكتاب حلّ لكم، يعني: ذبائحهم²

”ابو جعفر (الطبری) نے فرمایا: اس سے مراد اہل کتاب کا طعام یعنی ان کا ذبیحہ ہے۔“
 ان کے نزدیک ”طعام“ کے عموم میں صرف ذبیحہ ہی وہ شے ہے جس کے بارے میں مسلمان شک میں مبتلا ہو سکتے تھے، لہذا قرآن نے اسی کو بطور حکم حلت واضح کیا۔

برخلاف اس کے امام رازی نے ایک جامع تفسیر پیش کی ہے جس میں ”طعام“ کے عام مفہوم کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ لفظ ”طعام“ ہر کھانے کی چیز پر بولا جاسکتا ہے، تاہم سیاق و سباق اس کے ذبیحہ پر انحصار کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

والأقرب أن المراد بالآية ذبائحهم، لأن غير الذبائح من الأطعمة لا خلاف في حلها³
 ”آیت میں ’طعام‘ سے مراد ان کا ذبیحہ ہے، کیونکہ ذبیحہ کے علاوہ دیگر کھانے کی اشیاء کے حلال ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔“

یہ تعبیر اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ قرآن نے اہل کتاب کے ساتھ خوراک کی اشتراک کو مخصوص دینی شرائط کے ساتھ قبول کیا، نہ کہ مطلق جواز کے ساتھ۔

مفسر قرطبی نے ایک مختلف پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ”طعام“ میں عموم برقرار ہے مگر آیت کا مدعا معاشرتی اشتراک کی سطح پر ہے، نہ کہ محض شرعی جواز پر۔ ان کے الفاظ ہیں:

والصحيح أن الطعامَ يعمُّ ذبائِحَهُم وسائرَ أطعمَتِهِم، وإنما ذُكر لرفع الحرج في معاملتهم
ومعاشرتهم⁴

”درست بات یہ ہے کہ ’طعام‘ ان کے ذبیحہ اور دیگر خوراکوں سب پر مشتمل ہے، مگر اس آیت کا مقصد ان کے ساتھ معاملات اور معاشرت میں حرج کو رفع کرنا ہے۔“

یہ تعبیر ”طعام اہل کتاب“ کو فقہی بحث سے بلند کر کے ایک سماجی و تہذیبی مکالمے کے تناظر میں رکھتی ہے، جو قرآنی اسلوب کا ایک نمایاں پہلو ہے۔

معاصر مفسرین میں علامہ محمد رشید رضا نے اس موضوع پر ایک نہایت متوازن نقطہ نظر اختیار کیا۔ ان کے مطابق قرآن نے یہاں حلت کی اصل بیان کی ہے، مگر یہ حلت شرعی تقییدات سے ماورا نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

إنما أحل الله طعامهم بشرط أن يكون ذبيحهم مما يحل أكله في شريعتنا⁵

”اللہ نے ان کا طعام اسی شرط پر حلال کیا ہے کہ ان کا ذبیحہ ہماری شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو۔“

یہ اصولی تصریح دراصل قرآنی مقاصد کے ہم آہنگ ہے، جس میں ”اہل کتاب“ کی دینی نسبت کو تسلیم تو کیا گیا مگر ان کے ذبیحہ کے شرعی تقاضے برقرار رکھے گئے۔

جدید اہل علم میں وہب الزحیلی نے اس موقف کو مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کیا:

“The permissibility of the food of the People of the Book does not mean unconditional acceptance; it is contingent upon their observance of the divine norms of slaughter.”⁶

”اہل کتاب کے کھانے کی حلت کا مطلب غیر مشروط جواز نہیں، بلکہ یہ اس شرط سے وابستہ ہے کہ ان کا ذبیحہ خدائی اصولوں کے مطابق ہو۔“

اس فکری توسیع نے فقہی تفریق کے باوجود ایک ایسا ہم آہنگ نظریہ پیش کیا جس میں قرآن کی نص، فقہاء کے استدلال، اور معاشرتی حکمت کا ربط قائم رہتا ہے۔

قرآنی اصولوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ”طعام اہل کتاب“ کی حلت محض ایک سماجی سہولت نہیں، بلکہ ایک شرعی رخصت مشروط ہے۔ قرآن نے نہ تو اہل کتاب کے ذبیحہ کو مطلقاً حرام قرار دیا، نہ بلا شرط حلال۔ اس کے پس منظر میں توحید، تسمیہ، اور شریعت ذبح کے اصول کار فرما ہیں۔ یہی اصول فقہی استنباط کا سرچشمہ بنے، جن پر اگلی مباحث میں تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

بحث دوم: تسمیہ (بسم اللہ کہنا) کی شرعی حیثیت اور قرآنی دلائل

اسلامی فقہ و تفسیر کی روایت میں تسمیہ — یعنی جانور کو ذبح کرتے وقت ”بسم اللہ“ کہنا — صرف ایک لفظی عمل نہیں بلکہ عقیدہ توحید کا عملی مظہر ہے۔ قرآن مجید میں جہاں ذبیحہ کے احکام بیان ہوئے، وہاں ”ذکر اسم اللہ“ کو محور حکم قرار دیا گیا۔ یہ

امر محض تعبّدی رسم نہیں بلکہ حلال و حرام کی تمیز کی اساس ہے، کیونکہ ذبح کے عمل میں تسمیہ کا ترک، توحیدی شعور سے غفلت کے مترادف سمجھا گیا۔

قرآن مجید میں سورۃ الانعام کی آیات 118 تا 121 تسمیہ کے حکم کی بنیاد فراہم کرتی ہیں:

﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ﴾⁷

”پس تم وہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔“

اور آگے فرمایا:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾⁸

”اور تم وہ چیز مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، یقیناً وہ گناہ ہے۔“

یہ آیات محض اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ ایک تشریحی قاعدہ بیان کرتی ہیں، جس کے ذریعہ ذبیحہ کی حلت تسمیہ سے مشروط کی گئی۔ مفسرین نے ان آیات کی تعبیر میں مختلف جہات سے غور کیا: کیا تسمیہ شرطِ جواز ہے، یا محض مستحب؟ امام ابن کثیر نے ”وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ“ کی تفسیر میں فرمایا:

أَي لَا تَأْكُلُوا مِنَ الذَّبَائِحِ مَا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ عَمْدًا كَانَ التَّرْكُ أَوْ نَسِيانًا⁹

”یعنی تم ایسی ذبیحہ شدہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، چاہے یہ ترک عمداً ہو یا سہواً۔“

ابن کثیر کے نزدیک تسمیہ کا ترک خواہ نسیاناً ہو، ذبیحہ کی حرمت کا موجب ہے۔ ان کا موقف قرآن کے ظاہری حکم پر مبنی ہے، جو حلت کو تسمیہ کے ذکر سے مشروط کرتا ہے۔

تاہم امام طبری نے ایک معتدل تعبیر اختیار کی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ترک تسمیہ بھول کر ہو تو جواز باقی ہے، کیونکہ مقصود نیت اور قصد ہے، نہ کہ محض تلفظ۔ ان کے الفاظ ہیں:

فإن ترك التسمية نسياناً لم يحرم أكله، لأن الله لا يكلف نفساً إلا وسعها

”اگر تسمیہ بھول کر ترک ہو جائے تو وہ کھانا حرام نہیں، کیونکہ اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ

تکلیف نہیں دیتا۔“¹⁰

امام رازی نے اس مقام پر ایک اصولی استدلال پیش کیا کہ تسمیہ دراصل توحید کی شہادت ہے، جو ذبیحہ کے قبول ہونے کی روح ہے۔ وہ کہتے ہیں:

فإن المقصود من التسمية هو إظهار العبودية لله تعالى في الذبح¹¹

”تسمیہ کا مقصود دراصل اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اظہار ہے جو ذبح میں کار فرما ہوتا ہے۔“

یہ تعبیر تسمیہ کو محض رسمی تقاضا نہیں بلکہ ایک توحیدی اقرار قرار دیتی ہے۔ فقہاء نے بھی اسی زاویے سے اس کے حکم کی نوعیت پر بحث کی۔

فقہی آراء میں اختلاف

احناف کے نزدیک تسمیہ شرطِ حلت ہے، اور اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو ذبیحہ ناجائز ہے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں:

إذا ترك التسمية عامداً لا يحل، لأن التسمية شعار المسلمين¹²

”اگر تسمیہ عمداً ترک کیا جائے تو ذبیحہ حلال نہیں، کیونکہ تسمیہ مسلمانوں کی پہچان ہے۔“

شافعیہ کے نزدیک تسمیہ سنتِ موکدہ ہے، اور اگر بھول کر ترک ہو تو ذبیحہ حلال ہے، جیسا کہ امام نووی نے ذکر کیا:

لو ترك التسمية ناسياً حلّ الأكل، وإن تركها عمداً فالأصح التحريم¹³
 “اگر تسمیہ بھول کر چھوڑا گیا تو کھانا جائز ہے، لیکن اگر عمداً چھوڑا گیا تو صحیح قول یہی ہے کہ حرام ہے۔”
 حنابلہ نے بھی قریباً یہی تفریق رکھی، مگر اہل حدیث مکتب نے تسمیہ کے عمداً ترک کو مانع حلت مانا۔ امام مسلم نے صحیح میں روایت کی ہے:

عن عائشة رضي الله عنها، أنّ قوماً قالوا: يا رسول الله، إن قوماً يأتوننا باللحم لا ندرى أذكروا اسم الله عليه أم لا؟ فقال: سمّوا
 أنتم وکلوا
 “حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے اس پر اللہ کا نام لیا یا نہیں؟ فرمایا: تم خود بسم اللہ کہو اور کھاؤ۔”¹⁴
 یہ حدیث عملاً ایک اصولی تخفیف کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ شک کی حالت میں تسمیہ کا ذاتی التزام کافی ہے، اور دوسروں کے عمل پر تحقیق لازم نہیں۔

اہل کتاب پر حکم تسمیہ کا اطلاق
 مفسرین اور فقہاء نے اس پر بحث کی کہ آیا “اہل کتاب” کے ذبیحہ پر بھی تسمیہ کی یہی شرط عائد ہوتی ہے۔ امام قرطبی نے واضح کیا کہ اگر اہل کتاب ذبح کے وقت اللہ کا نام لیتے ہوں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے، ورنہ نہیں:
 إن سمّوا الله عليه فهو حلال، وإن سمّوا غيره أو تركوا التسمية عمداً فهو حرام¹⁵
 “اگر وہ اللہ کا نام لیں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے، لیکن اگر غیر اللہ کا نام لیں یا عمداً تسمیہ ترک کریں تو حرام ہے۔”

علامہ ابن عاشور نے اسی نکتے کو جدید اسلوب میں یوں واضح کیا کہ “اہل کتاب” کے ذبیحہ کا جو اس وقت معتبر ہے جب ان کے مذہبی عمل میں شرک کا شائبہ نہ ہو:

“If their slaughtering remains within monotheistic acknowledgment, it retains permissibility; otherwise, it contradicts the Qur’anic spirit of tawhīd.”

“اگر ان کا ذبح توحیدی اقرار کے دائرے میں رہے تو وہ جائز ہے، ورنہ وہ قرآنی روح توحید کے منافی ہے۔”¹⁶

ان تفاسیر اور فقہی تعبیرات سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ تسمیہ کی بنیاد عقیدے کی مرکزیت پر ہے، نہ کہ محض لسانی تلفظ پر۔ قرآن نے ذبیحہ کی حلت کو ذکر اسم اللہ سے وابستہ کر کے اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ توحید کا شعور ہی حلال و حرام کی تمیز کا محور ہے۔ اہل کتاب کے ذبیحہ کے ضمن میں یہی اصول کار فرما ہے کہ اگر ان کا ذبح توحید کے اعتراف کے ساتھ ہو تو وہ حلال، اور اگر شرک کے عقیدے یا غیر اللہ کے نام پر ہو تو ممنوع و فاسد۔

مبحث سوم: فقہی مکاتب فکر کا تقابلی مطالعہ

قرآن مجید کی نصوص نے اہل کتاب کے طعام اور تسمیہ کے احکام کو اصولی سطح پر بیان کیا، مگر ان کی فقہی تطبیق مختلف مکاتب فکر میں اجتہادی تنوع کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ اس تنوع کی بنیاد الفاظ قرآنی کے عموم و خصوص، اسباب نزول، اور سنت

نبوی کی تعبیر پر رکھی گئی۔ نتیجتاً، "اہل کتاب کے ذبیحہ میں تسمیہ کی شرط" کے مسئلے نے اسلامی فقہ میں ایک نہایت دقیق اور تہذیبی حیثیت اختیار کی، جہاں حکم کی اصل میں اتفاق اور اطلاق میں اختلاف پایا گیا۔ احناف کا موقف

فقہ حنفی میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا جواز مشروط ہے۔ احناف کے نزدیک "تسمیہ" ذبح کی شرط صحت ہے، اور اگر اہل کتاب اللہ کے نام کے بجائے غیر اللہ کا نام لیں یا تسمیہ کو بالکل ترک کر دیں تو ان کا ذبیحہ ناجائز ہے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں:

إِنْ تَرَكَوا التَّسْمِيَةَ عَمْدًا، أَوْ ذَكَرُوا غَيْرَ اسْمِ اللَّهِ، لَمْ يَحِلَّ أَكْلُ ذَبَائِحِهِمْ، لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَلَّقَ الْجِلْدَ بِذِكْرِ اسْمِهِ¹⁷.

"اگر وہ عمدتاً تسمیہ ترک کریں یا غیر اللہ کا نام لیں تو ان کا ذبیحہ حلال نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حلت کو اپنے نام کے ذکر سے وابستہ کیا ہے۔"

امام ابو بکر الجصاص نے "وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ" کی تفسیر میں واضح کیا کہ قرآن کا عموم اس وقت معتبر ہے جب تسمیہ برقرار رہے، ورنہ اہل کتاب کا ذبیحہ "فسق" کے حکم میں داخل ہوگا:

إِذَا ذَبَحُوا عَلَى غَيْرِ اسْمِ اللَّهِ فَقَدْ خَرَجُوا عَنْ حُكْمِ الْآيَةِ، لِأَنَّ اللَّهَ اسْتَثْنَى مَا لَمْ يَذْكُرْ اسْمُهُ عَلَيْهِ.

"اگر وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کریں تو آیت کے حکم سے خارج ہو جاتے ہیں، کیونکہ اللہ نے جس پر اس کا نام نہ لیا گیا ہو اسے مستثنیٰ کیا ہے۔"¹⁸

اس موقف کا اصولی مدار "توحید ذبح" کے تسلیم پر ہے، جو ذبح کو عبادت کا عملی مظہر بناتا ہے۔ مالکیہ کا موقف

مالکی فقہ میں قدرے توسع پایا جاتا ہے۔ امام قرطبی (جو مالکی فقیہ بھی ہیں) کے مطابق اگر اہل کتاب تسمیہ نہ بھی کریں، تو ان کا ذبیحہ اصلاً جائز ہے، بشرطیکہ وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح نہ کریں۔

إِنْ لَمْ يَسْمُوا اللَّهَ تَعَالَى، وَلَمْ يَسْمُوا غَيْرَهُ، فَذَبِيحَتِهِمْ تَوَكَّلْ، لِأَنَّهُمْ يَذْبَحُونَ عَلَى شَرِيْعَتِهِمْ.

"اگر وہ اللہ کا نام نہ لیں اور نہ ہی غیر اللہ کا ذکر کریں تو ان کا ذبیحہ کھایا جاسکتا ہے، کیونکہ وہ اپنی شریعت کے مطابق ذبح کرتے ہیں۔"¹⁹

یہ موقف اہل کتاب کی مذہبی خود مختاری کو ملحوظ رکھتا ہے، اور تسمیہ کی شرط کو شرک کے ارتکاب سے مشروط سمجھتا ہے، نہ کہ ہر صورت لازم۔

شافعیہ کا موقف

شافعیہ کے نزدیک تسمیہ واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے، اور اہل کتاب کے ذبیحہ کے جواز میں اصل نص یعنی آیت ماندہ کو بنیاد بنایا گیا۔ امام شافعی نے فرمایا:

الذَّبْحُ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ حَلَالٌ، سِوَاءَ سَمَّوْا اللَّهَ أَوْ لَمْ يَسْمُوا، إِلَّا أَنْ يُعْلَمَ أَنَّهُمْ سَمَّوْا غَيْرَهُ²⁰.

"اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، خواہ وہ اللہ کا نام لیں یا نہ لیں، الا یہ کہ علم ہو کہ انہوں نے غیر اللہ کا نام لیا ہے۔"

شافعیہ کا استدلال یہ ہے کہ آیت ماندہ نے اہل کتاب کے طعام کو مطلقاً حلال قرار دیا، لہذا تخصیص کے لیے قطعی دلیل درکار ہے، جو موجود نہیں۔

حنابلہ کا موقف

حنابلہ میں دو روایتیں منقول ہیں، مگر مشہور قول یہی ہے کہ اگر اہل کتاب تسمیہ ترک کر دیں عمداً تو ذبیحہ ناجائز ہے، اور اگر نسیاناً ہو تو جائز۔ امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

إن ترك التسمية عمداً لم تؤكل ذبيحته، وإن تركها نسياناً أكلت، لأن الله عفا عن الخطأ والنسيان.²¹

”اگر تسمیہ عمداً ترک کرے تو اس کا ذبیحہ نہ کھایا جائے، اور اگر بھول کر چھوڑ دے تو جائز ہے، کیونکہ اللہ نے خطا و نسیان کو معاف کیا ہے۔“

حنبلہ فقہ میں یہ موقف اس بات کی ترجمانی کرتا ہے کہ تسمیہ کا ترک عملی قصور ہے، نہ کہ اعتقادی انحراف، لہذا نسیان کی صورت میں رخصت ممکن ہے۔

فقہ جعفریہ اور دیگر مکاتب

فقہ جعفریہ میں اہل کتاب کے ذبیحہ کو اصولاً ناجائز قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ تسمیہ کریں یا نہ کریں۔ ان کے نزدیک قرآن میں ”طعام اہل کتاب“ سے مراد عام خوراک ہے، نہ کہ ذبیحہ۔ علامہ طبرسی فرماتے ہیں:

المراد بالطعام ما يُتناول من أطعمتهم لا الذبائح، لأنهم لا يذكرون اسم الله عليها على وجهه.²²

”اہل کتاب کے طعام سے مراد ان کی عام خوراک ہے، نہ کہ ذبیحہ، کیونکہ وہ ذبح کے وقت صحیح طور پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔“

یہ تعبیر دراصل توحیدی شعور کی شدت احتیاط پر مبنی ہے، جس میں اہل کتاب کی موجودہ دینی تحریفات کو بھی مد نظر رکھا گیا۔

اختلاف کی نوعیت اور اصولی بنیادیں

مکاتب فکر کے مابین اس اختلاف کی اصل بنیاد دو اصولی زاویے ہیں:

نص قرآنی کا اطلاقی دائرہ — آیا آیت ماندہ کا عموم ہر صورت میں برقرار ہے یا تسمیہ کے قید سے مشروط۔

شرک اور توحید کی تعبیر — آیا غیر تسمیہ صرف فنی ترک ہے یا عقیدے میں خلل۔

احناف اور حنابلہ تسمیہ کے عمداً ترک کو شرک کے قریب تصور کرتے ہیں، جب کہ شافعیہ اور مالکیہ اسے عبادت سے

زیادہ عادت سمجھتے ہیں۔ فقہ جعفریہ نے عقیدے کے انحراف کو اصل علت تحریم قرار دیا۔

معاصر فقہی اداروں کی آراء

معاصر فقہی ادارے خصوصاً مجمع الفقہ الاسلامی (جدہ) نے 1986ء میں اپنے ایک فیصلے میں اس مسئلے پر واضح کیا:

“The slaughter of the People of the Book is permissible provided it meets the Qur’anic condition of invoking God’s name, and is free from polytheistic dedication.”²³

”اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے بشرطیکہ قرآن کی مقرر کردہ شرط یعنی ذکر اسم الہی پوری ہو، اور وہ کسی شرکیہ نیت سے خالی ہو۔“
اسی نوع کی تعبیر علامہ یوسف القرضاوی نے پیش کی کہ:

“Permissibility must not be divorced from the spirit of tawhīd; otherwise, the legal form is void of moral content.”²⁴

”حلت کا تصور توحید کی روح سے جدا نہیں ہو سکتا، ورنہ قانونی صورت اپنی اخلاقی روح سے خالی رہ جاتی ہے۔“

یہ معاصر تعبیرات فقہی اختلافات کے باوجود ایک مشترک نکتہ قائم کرتی ہیں کہ اہل کتاب کے ذبیحہ میں تسمیہ کا تعلق قانونی تقیید کے ساتھ اعتقادی وفاداری سے ہے۔

مبحث چہارم: جدید تناظر میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا مسئلہ

اسلامی فقہ میں اہل کتاب کے ذبیحہ پر گفتگو جب جدید تناظر میں کی جاتی ہے تو یہ صرف فقہی یا لسانی نہیں رہتی، بلکہ تہذیبی، معاشرتی اور معاشی جہات سے بھی وابستہ ہو جاتی ہے۔ موجودہ دور میں مغربی ممالک کے سماجی حالات، صنعتی ذبیحہ کے طریقہ کار، اور "Halal Certification" کے تجارتی معیارات نے اس قدیم فقہی مسئلے کو ایک نئی پیچیدگی دے دی ہے۔ قرآن و سنت کے اصولی تصورات اب جدید معاشی نظام اور ٹیکنالوجی سے متصادم نہیں بلکہ ان کے تجدیدی فہم کے متقاضی ہیں۔

مغربی ممالک میں ذبیحہ کا موجودہ طریقہ کار

یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا میں ذبیحہ کے بیشتر مراکز مکینیکل یا مشینی ذبح پر مشتمل ہیں، جہاں مرغی یا مویشیوں کے گلے تیز گردش کرنے والے بلیڈ سے کاٹے جاتے ہیں۔ اس عمل میں عموماً بسم اللہ کہنا ایک انسانی عامل کے اختیار سے نکل کر مشینی عمل کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ stunning یعنی ذبح سے قبل بجلی یا مکینیکل صدمہ دینا بھی ایک معمول ہے، جو جانور کو نیم بے ہوش کر دیتا ہے۔

فقہی لحاظ سے یہ عمل کئی سوالات کو جنم دیتا ہے:

کیا مشین سے ذبح ہونے والے جانور پر "تسمیہ" معتبر سمجھا جائے گا؟

کیا وہ اہل کتاب کے ذبیحہ کے زمرے میں داخل ہو گا یا غیر شرعی قتل تصور کیا جائے گا؟

امام وہب الزحیلی نے اس حوالے سے اپنی معروف تصنیف میں لکھا:

“If the slaughtering is conducted by a machine without the name of Allah being mentioned, it cannot be deemed lawful, for the condition of invoking God’s name is a Qur’anic imperative.”²⁵

“اگر ذبح مشین کے ذریعے ہو اور اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے تو وہ حلال قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ ذکرِ اسمِ الہی قرآن کا لازمی تقاضا ہے۔”

اس رائے سے یہ حقیقت ابھرتی ہے کہ جدید صنعتی ذبح میں شرط تسمیہ کا عملی زوال فقہی حلت کو متاثر کرتا ہے۔

“مشینی ذبیحہ ” اور ”Halal Certification“ کے مسائل

مشینی ذبیحہ کے جواز کے مسئلے پر معاصر علمائے دوزاویے اختیار کیے ہیں:

تقید نیت کا اصول: یعنی اگر ذبح کے وقت ایک مسلمان یا اہل کتاب فرد ”بسم اللہ“ کہہ کر مشین چلاتا ہے، تو یہ تسمیہ تمام

متعاقب ذبیحوں پر عائد ہو گا۔

تجدید تلفظ کا اصول: یعنی ہر جانور پر علیحدہ تسمیہ لازم ہے، کیونکہ قرآن نے ”ذکر اسم اللہ علیہ“ میں واحد کا صیغہ استعمال

کیا۔

یوسف القرضاوی نے اس ضمن میں ایک محتاط موقف پیش کیا:

“If the operator utters ‘Bismillah’ with each start of the mechanical process, the condition is met; otherwise, the mass slaughter becomes doubtful.”

“اگر مشین چلانے والا ہر بار، بسم اللہ کہہ کر ذبح کا آغاز کرے تو شرط پوری ہو جاتی ہے، ورنہ مجموعی ذبح

مشتبہ قرار پاتا ہے۔”

²⁶ ان کے نزدیک ذکرِ الہی کا شعور ذبح کی روح ہے، لہذا اگر عمل مشینی ہو جائے مگر نیت انسانی ہو تو ذبح معتبر ہے،

بشرطیکہ غفلت محض نہ ہو۔

اسی مسئلے پر مجمع الفقہ الاسلامی (OIC) نے 1986ء میں اپنے فتویٰ میں وضاحت کی کہ:

“Mechanical slaughter is permissible only if the name of Allah is pronounced at the activation of the machine, and the process ensures complete severance of throat and veins as prescribed in Shari‘ah.”²⁷

“مشینی ذبح اس صورت میں جائز ہے جب مشین چلانے کے وقت اللہ کا نام لیا جائے، اور ذبح کا عمل

شرعی تقاضوں (زخروے اور رگوں کے کاٹنے) کے مطابق ہو۔”

یہ تعبیر فقہی اصول اور تکنیکی عمل کے درمیان ایک عملی مصالحت پیدا کرتی ہے۔

معاصر علماء و محققین کے موقف

ڈاکٹر وہب الزحیلی اور ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے علاوہ معاصر علما جیسے شیخ محمد المختار السلاوی اور شیخ تقی عثمانی نے بھی اہل کتاب کے ذبیحہ کے جدید تناظر میں جواز کو مشروط احتیاط کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

“The permissibility granted to the Ahl al-Kitab in the Qur’an cannot be extended to secularized slaughterhouses where divine consciousness is entirely absent.”²⁸

“قرآن میں اہل کتاب کو دی گئی رخصت ان جدید غیر مذہبی ذبح خانوں تک نہیں پھیلائی جاسکتی جہاں ذکر الہی کا شعور بالکلیہ مفقود ہے۔”

یہ موقف اس اصول پر مبنی ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ اس وقت تک معتبر ہے جب تک وہ اپنی اصل وحیاتی نسبت کو محفوظ رکھیں، اور ذبح میں شعورِ توحید برقرار رہے۔ علامہ رشید رضا نے ایک صدی قبل اسی تناظر میں لکھا تھا:

إِنَّ المراد بأهل الكتاب الذين يذبون تقرباً لله، لا الذين اتخذوا الذبح عادةً دنيوية²⁹.
“اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو ذبح کو اللہ کے قرب کے لیے انجام دیتے ہیں، نہ کہ وہ جن کے نزدیک یہ محض دنیاوی عادت ہے۔”

یہ کلام آج کے سیکولر معاشرتی سیاق میں اور بھی معنی خیز ہو جاتا ہے، جہاں ذبح کا عمل مذہبی جذبے سے زیادہ صنعتی مشینری کا جزو بن چکا ہے۔

بین المذاہب تعلقات اور شرعی احتیاط کا پہلو

عصر حاضر میں بین المذاہب مکالمہ اور عالمی تجارت کے تناظر میں اہل کتاب کے ذبیحہ کی بحث فقہ سے نکل کر ثقافتی سیاست کا موضوع بن چکی ہے۔ مغربی ممالک میں مسلم اقلیتیں اکثر ایسی مصنوعات پر انحصار کرتی ہیں جن کے ذبیحہ کی مذہبی نوعیت غیر واضح ہوتی ہے۔ اس لیے فقہی احتیاط ایک عملی ضرورت بن جاتی ہے۔ امام وہب الزحیلی نے اسی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا:

“In non-Muslim lands, precaution (iḥtiyāt) must be the rule, not the exception, especially when the invocation of God’s name is doubtful.”³⁰

“غیر مسلم ممالک میں احتیاطی رویہ قاعدہ ہونا چاہیے، استثناء نہیں، خصوصاً جب ذکر الہی کے ادا ہونے میں شبہ پایا جائے۔”

یہ تعبیر فقہی اعتدال اور عملی تقویٰ دونوں کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے۔ جدید فقہی شعور اسی محور پر قائم ہے کہ توحید کا شعور ذبیحہ کے جواز کی روح ہے، اور جب یہ شعور اجتماعی سطح پر غائب ہو جائے تو “اہل کتاب” کا وصف قانونی نہیں رہتا، بلکہ ایک تاریخی حوالہ بن جاتا ہے۔

یوں عصر حاضر میں اہل کتاب کے ذبیحہ پر مجتہد کی ایسی فکری اور عملی جہت اختیار کر چکی ہے جو فقہ، اخلاق، اور تہذیب تینوں کی سرحدوں کو چھوتی ہے۔ قرآن مجید کی نصوص آج بھی اسی بنیادی اصول پر قائم ہیں کہ ”فَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ عَلَيْكُمْ اللَّهُ عَلَيْهِ“ — یعنی حلت کا مدار صرف طعام نہیں بلکہ ذکر الہی کی نسبت ہے؛ اور یہی نسبت عصر جدید میں امت مسلمہ کے لیے سب سے بڑی فقہی آزمائش بھی ہے۔

مبحث پنجم: تحقیقی تجزیہ اور تقابلی نتائج

فقہی مباحث کے سمندر میں یہ مسئلہ — اہل کتاب کے ذبیحہ پر تسمیہ کی شرط — ایک ایسا نکتہ ہے جس پر نصوص قرآنیہ، احادیث نبویہ، اور ائمہ فقہاء کے اجتہادات میں نہ صرف تنوع بلکہ تہہ دار عمق پایا جاتا ہے۔ اس تجزیاتی مرحلے میں ضروری ہے کہ ان مختلف جہات کو ایک منظم تناظر میں دیکھا جائے تاکہ قرآنی اصول، فقہی استدلال، اور عملی تقاضے ایک مربوط تعبیر میں یکجا ہو سکیں۔

قرآنی نصوص اور فقہی آراء میں ہم آہنگی و اختلاف

قرآن مجید کی دو بنیادی نصوص — سورۃ المائدہ کی آیت ”وَالطَّعَامُ الَّذِيْنَ اُوتُوا الْكِتَابَ حَلٰلٌ لِّكُمْ“ (المائدہ: 5) اور سورۃ الانعام کی آیت ”وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اللهُ عَلَيْهِ“ (الانعام: 121) — بظاہر دو مختلف سطحوں پر خطاب کرتی ہیں۔ اول الذکر آیت بین المذاہب معاشرتی تعامل کا قانونی پہلو بیان کرتی ہے، جب کہ دوسری عبادی شعور توحید کو معیار حلت قرار دیتی ہے۔ ائمہ تفسیر نے ان دونوں نصوص کے باہمی ربط پر گہری گفتگو کی ہے۔ امام رازی نے لکھا:

”إِنَّ قَوْلَهُ تَعَالَى: (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اللهُ عَلَيْهِ) عَامٌّ فِي الْكُلِّ، وَلَكِنَّهُ حَصَّ أَهْلَ

الْكِتَابِ بِآيَةِ الْمَائِدَةِ³¹۔“

”آیت ”وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اللهُ عَلَيْهِ“ عام ہے، مگر اہل کتاب کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیت نے تخصیص کر دی ہے۔“

اس تعبیر سے فقہی تخصیص کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ عمومی حرمت سے مستثنیٰ ہے بشرطیکہ ان کی نسبت دینی باقی ہو۔ لیکن امام قرطبی نے اس پر لطیف اعتراض کرتے ہوئے فرمایا:

”المراد بطعامہم ما لم يخالف شرعنا في ذبحه، وإلا لم يكن لحله معنى³²۔“

”اہل کتاب کے طعام سے مراد وہ ذبیحہ ہے جو ہمارے شرعی طریقہ ذبح سے متصادم نہ ہو، ورنہ حلت بے معنی ہو جاتی ہے۔“

یوں قرآن کی جامعیت اور فقہ کی جزوی تخصیص کے درمیان ایک اصولی توازن قائم ہوتا ہے۔ جہاں ”اہل کتاب“ کا وصف توصیفی ہے، تحلیلی نہیں؛ یعنی یہ خود بذات خود حلت نہیں بلکہ مشروط امتیاز ہے۔

تسمیہ کی شرط کے دلائل کا تنقیدی جائزہ

قرآنی نصوص میں تسمیہ کا تصور صرف رسمی تلفظ نہیں بلکہ عقیدہ توحید کا علامتی اظہار ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت ”فَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ عَلَيْكُمْ اللَّهُ عَلَيْهِ“ میں ”اسمُ اللہ“ محض زبان کا ذکر نہیں بلکہ نیت و ادراک کی توحیدی توسیع ہے۔

امام ابن کثیر نے اس نکتے کو یوں واضح کیا:

”والمراد أن يكون الذبح لله، لا لغيره، فالتسمية إنما هي شعار ذلك القصد³³۔“

”مراد یہ ہے کہ ذبح صرف اللہ کے لیے ہو، نہ کسی غیر کے لیے؛ چنانچہ تسمیہ اسی قصد توحید کی علامت ہے۔“

احناف نے اس اساس پر تسمیہ کو شرط صحت قرار دیا، جب کہ شوافع کے نزدیک یہ شرط کمال ہے۔ فقہی اختلاف کی بنیاد لفظ ”ذکر“ کی دلالت پر ہے۔ کیا یہ انشاء کے معنی میں ہے یا حقیقت ذکر کے؟ مالکیہ کے ایک طبقے نے کہا کہ اگر ذبح کرنے والا مسلمان ہے تو تسمیہ کا ترک سہو آہو تو ذبیحہ حلال ہے، لیکن عمداً چھوڑے تو حرام (Al-Qarāfī, Al-Dhakhīrah, 3:215)۔ جبکہ حنابلہ کے نزدیک تسمیہ کا ترک مطلق حرمت کا موجب ہے (Ibn Qudāmah, Al-Mughnī, 9:320)۔ یہ اختلاف دراصل لفظی تاویل سے زیادہ نظریاتی امتیاز ہے۔ ایک فریق حلت کو عبادت سے مربوط کرتا ہے، دوسرا اسے معاشرتی ضرورت سے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی شرعی حیثیت پر مجموعی رائے

تمام مکاتب فقہیہ کے اقوال کا تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت مطلق نہیں بلکہ مشروط ہے۔ ان کا ذبح تسمیہ یا شعور توحید کے ساتھ ہو۔ ان کا مذہبی طرز ذبح غیر اللہ کے نام پر نہ ہو۔ ان کا طعام شرعی طور پر ذبح شدہ جانور ہی سے ہو، نہ کہ مردار یا خنزیر۔ شیخ عبد اللہ بن بیہ نے معاصر تعبیر میں اس کو یوں بیان کیا:

”The permissibility of the People of the Book’s meat is conditioned by the survival of their faith’s core monotheistic essence in the act of slaughtering.”³⁴

”اہل کتاب کے گوشت کی حلت اس بات پر موقوف ہے کہ ان کے مذہبی عمل ذبح میں توحید کی بنیادی روح باقی ہو۔“

اس سے فقہی طور پر یہ نکتہ مستنبط ہوتا ہے کہ قرآن نے جو اجازت دی وہ دینی اشتراک کی بنیاد پر تھی، نہ کہ ثقافتی ہم زیستی پر۔ اور جب اشتراک کا جوہر معدوم ہو جائے تو اجازت کی بنیاد بھی کمزور ہو جاتی ہے۔

مسئلے کا معتدل، محققانہ اور عملی حل

اس مسئلے کا حل صرف ایک فقہی فتویٰ میں نہیں بلکہ اصولی توازن میں مضمر ہے۔ نہ تو محض اہل کتاب کے نام پر ہر مغربی ذبیحہ کو حلال کہا جاسکتا ہے، اور نہ ہی کلی حرمت کا اعلان شریعت کی وسعت کے مطابق ہے۔

فقہی اصول ”الیقین لایزول بالثک“ (یقین شک سے زائل نہیں ہوتا) کے مطابق اگر تسمیہ اور شرعی طریقہ غالب گمان سے ثابت ہوں تو ذبیحہ جائز ہے، لیکن شبہ غالب کی صورت میں احتیاط واجب ہے۔ مجمع الفقہ الاسلامی نے اپنے 1997ء کے فیصلے میں یہی اعتدال اپنایا:

“When the method of slaughter and invocation of God’s name are unknown or doubtful, it is safer for Muslims to refrain, without accusing others of unlawfulness.”³⁵

”جب ذبح کے طریقے اور ذکرِ اسمِ الہی کے بارے میں یقین نہ ہو تو مسلمانوں کے لیے ترکِ طعام احتیاط ہے، لیکن دوسروں کے فعل کو ناجائز قرار دینا مناسب نہیں۔“

یہی وہ فقہی منہاج ہے جس میں حلت و حرمت کے اصول، احتیاط و سہولت کا توازن، اور دینی بصیرت تینوں جمع ہو جاتے ہیں۔

یوں اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کا مسئلہ محض فقہی رخصت نہیں، بلکہ ایمان کے شعور اور شعور کے اظہار کے درمیان ایک لطیف تعامل ہے۔

قرآن نے جس ”طعام“ کو حلال کہا وہ دراصل توحید کی بقا کا مظہر ہے، اور جس ”تسمیہ“ کو شرط قرار دیا وہ اسی بقا کی علامت۔

پس اصل حکم ”ذکرِ اسمِ الہی“ کا ہے، اور اہل کتاب کا ذبیحہ اسی وقت معتبر ہے جب وہ اس ذکر کے نور سے منور ہو۔

اختتامیہ (Conclusion)

اس مقالے کے متعدد مباحث نے اس امر کو نہایت وضاحت سے آشکار کیا کہ اہل کتاب کے ذبیحہ پر تسمیہ کی شرط محض ایک فقہی فرع نہیں بلکہ ایک اصولی و ایمانی قدر ہے جو توحید کے شعور اور طعام کی طہارت کے باہمی ربط پر قائم ہے۔ قرآن مجید کی نصوص، احادیث نبویہ اور فقہاء کے استنباطات نے اس مسئلے کو تاریخی تسلسل میں تو متنوع انداز میں بیان کیا ہے، مگر اس کی فکری بنیاد ہمیشہ ایک ہی رہی — ذبح کے عمل میں شعورِ الوہیت کی موجودگی۔

نتائج کا خلاصہ

قرآنی نصوص کا تقابلی مطالعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ”وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَلَلٌ لَكُمْ“ (المائدہ: 5) کی آیت ایک اجتماعی اجازت ہے، مگر ”وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذَكَّرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ“ (الانعام: 121) اس اجازت پر ایک توحیدی قید عائد کرتی ہے۔ اس طرح قرآن نے حلت و حرمت کے فیصلے کو ذکرِ اسمِ الہی کے اصول سے مربوط کر دیا۔

فقہی مکاتبِ فکر کے اختلافات دراصل دلالتِ لفظی اور مقاصدِ شریعت کے فہم میں تنوع کا مظہر ہیں، نہ کہ تضاد کا۔ احناف نے تسمیہ کو شرطِ صحت، شوافع نے شرطِ کمال، اور مالکیہ نے نیتِ توحید کے تابع جزوی تقیید کے طور پر لیا۔ حنابلہ نے مطلق التزام کو لازم قرار دیا، جبکہ فقہ جعفریہ نے تسمیہ کی ترکِ عمدی کو حرمت کا موجب ٹھہرایا۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت قرآن کی اجازت سے ماخوذ ضرور ہے، مگر یہ اجازت ایمانی اشتراک پر موقوف ہے، ثقافتی نسبت پر نہیں۔ جدید مغربی معاشروں میں، جہاں ذبح مذہبی شعور کے بجائے صنعتی عمل بن چکا ہے، وہاں اس اجازت کا اطلاق از سر نو غور و اجتہاد کا متقاضی ہے۔

معاصر فقہی اداروں (جیسے مجمع الفقہ الاسلامی) نے اپنے فیصلوں میں ایک معتدل منہاج اپنایا ہے — یعنی نہ کلی جواز نہ کلی حرمت، بلکہ شبہ کی صورت میں احتیاطی امتناع کو ترجیح۔ یہ رویہ فقہ اسلامی کے توازن اور مقاصدِ شعور کا مظہر ہے۔

تسمیہ کی شرط کا فلسفہ محض زبانی ذکر نہیں بلکہ توحیدِ نیت اور شعورِ عبادت کی بقا ہے۔ یہی وہ جوہر ہے جو ذبح کے عمل کو عبادت بناتا ہے اور اسے محض معاشی یا حیوانی سرگرمی سے جدا کرتا ہے۔

سفارشات (Recommendations)

اسلامی ممالک کو چاہیے کہ حلال ذبیحہ کے بین الاقوامی معیارات ایسے طے کریں جن میں ”تسمیہ“ کے اصول کو واضح اور غیر مبہم طور پر شامل کیا جائے، تاکہ ”Halal Certification“ محض تجارتی لیبل نہ رہے بلکہ ایک شرعی ضمانت بنے۔ فقہی ادارے اور جامعات جدید ذبحی نظام (mechanical slaughter) پر علمی تحقیق کو فروغ دیں تاکہ قرآن و سنت کے اصولی منہاج کے مطابق اس کے قابل قبول اطوار متعین ہو سکیں۔

غیر مسلم ممالک میں مسلم اقلیتوں کے لیے رہنما اصول وضع کیے جائیں جو فقہی احتیاط اور عملی سہولت دونوں کو جمع کریں، تاکہ وہ دینی اصول پر قائم رہتے ہوئے معاشرتی تعامل بھی برقرار رکھ سکیں۔

بین المذاہب مکالمے میں اس مسئلے کو تصادم نہیں بلکہ فہم و احترام کے زاویے سے زیر بحث لایا جائے، کیونکہ اہل کتاب کے ذبیحہ کا مسئلہ دراصل ایک توحیدی اشتراک کی یاد دہانی ہے۔

مزید تحقیق کے لیے نکات (Future Research Directions)

جدید فوڈ انڈسٹری میں مصنوعی گوشت (synthetic meat) اور لیبارٹری ذبیحہ کے ابھرتے ہوئے رجحانات پر قرآنی اصول ”ذکر اسمِ الہی“ کی تطبیق۔

فقہ المقاصد کی روشنی میں اہل کتاب کے ذبیحہ کے مسئلے کا از سر نو جائزہ، تاکہ اس کی اصل غایت یعنی تحفظِ ایمان و توحید کو واضح تر کیا جاسکے۔

تاریخی طور فقہی آراء کا تحقیقی مطالعہ: یعنی اہل کتاب کے ذبیحہ کے جواز یا حرمت کے فتاویٰ نے مختلف ادوار میں کیسے تبدیلی اختیار کی اور ان تبدیلیوں پر سماجی و سیاسی عوامل کا کیا اثر رہا۔

سماجی و لسانی تجزیہ کے ذریعے یہ مطالعہ کہ لفظ ”أهل الکتاب“ کی تعبیر آج کے سیکولر تناظر میں کس حد تک اپنے اصل دینی مفہوم کو برقرار رکھتی ہے۔

یوں مقالے کے جملہ مباحث کا نچوڑ یہ بتا ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ پر تسمیہ کی شرط محض فقہی اصطلاح نہیں بلکہ ایک توحیدی علامت ہے؛ اور جب یہ علامت اپنی معنویت کھودیتی ہے تو فقہی جواز بھی اپنی بنیاد سے محروم ہو جاتا ہے۔

قرآن نے جس ”طعام“ کو حلال کہا، وہ دراصل اس روحانی شعورِ حلت کی علامت ہے جو ذکرِ الہی کے بغیر وجود نہیں رکھتا — اور یہی شعور وہ اساس ہے جو فقہ کو عبادت اور عبادت کو حیات بناتا ہے۔

References

- ¹ (Al-Qur'ān, al-Mā'idah 5:5)
- ² Al-Ṭabarī, Abū Ja'far Muḥammad ibn Jarīr, Jāmi' al-Bayān 'an Ta'wīl Āy al-Qur'ān (Cairo: Dār al-Ma'ārif, 1954), 6:90
- ³ Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, Al-Tafsīr al-Kabīr (Beirut: Dār al-Fikr, 1981), 12:47
- ⁴ Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qur'ān (Beirut: Dār al-Kutub al-'Ilmiyah, 1967), 6:62

- ⁵ Rashīd Riḍā, Muḥammad, Tafsīr al-Manār (Cairo: al-Hay'ah al-Miṣrīyah al-Āmmah, 1947), 6:143
- ⁶ Al-Zuhaylī, Wahbah, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh (Damascus: Dār al-Fikr, 1985), 3:190
- ⁷ (Al-Qur'ān, al-An'ām 6:118)
- ⁸ Al-Qur'ān, al-An'ām 6:121
- ⁹ Ibn Kathīr, Ismā'īl ibn 'Umar, Tafsīr al-Qur'ān al-'Aẓīm (Beirut: Dār al-Kutub al-Ilmīyah, 1998), 3:188
- ¹⁰ Al-Ṭabarī, Abū Ja'far Muḥammad ibn Jarīr, Jāmi' al-Bayān 'an Ta'wīl Āy al-Qur'ān (Cairo: Dār al-Ma'ārif, 1954), 8:145
- ¹¹ Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, Al-Tafsīr al-Kabīr (Beirut: Dār al-Fikr, 1981), 13:66
- ¹² Al-Sarakhsī, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Mabsūṭ (Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1986), 11:225
- ¹³ Al-Nawawī, Yaḥyā ibn Sharaf, Al-Majmū' Sharḥ al-Muhadhdhab (Beirut: Dār al-Fikr, 1997), 9:75
- ¹⁴ Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusayn, Muslim ibn Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Nishāpūr: Dār al-Khilāfah al-Ilmīyah, 1330 AH), 1:2722
- ¹⁵ Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qur'ān (Beirut: Dār al-Kutub al-Ilmīyah, 1967), 7:45
- ¹⁶ Ibn 'Ashūr, Muḥammad al-Ṭāhir, Al-Taḥrīr wa al-Tanwīr (Tunis: Dār al-Tūnisīyah, 1984), 7:210
- ¹⁷ Al-Sarakhsī, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Mabsūṭ (Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1986), 11:226
- ¹⁸ Al-Jaṣṣāṣ, Aḥmad ibn 'Alī, Aḥkām al-Qur'ān (Beirut: Dār al-Kutub al-Ilmīyah, 1994), 2:35
- ¹⁹ Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, Al-Jāmi' li Aḥkām al-Qur'ān (Beirut: Dār al-Kutub al-Ilmīyah, 1967), 7:45
- ²⁰ Al-Shāfi'ī, Muḥammad ibn Idrīs, Al-Umm (Beirut: Dār al-Ma'rifah, 1990), 2:228
- ²¹ Ibn Qudāmah, 'Abd Allāh ibn Aḥmad, Al-Mughnī (Cairo: Maktabat al-Qāhirah, 1968), 9:319
- ²² Al-Ṭabrisī, Abū 'Alī al-Faḍl ibn al-Ḥasan, Majma' al-Bayān fī Tafsīr al-Qur'ān (Tehran: Dār al-Ma'ārif al-Islāmīyah, 1379 AH), 3:229
- ²³ Majma' al-Fiqh al-Islāmī, Resolution No. 95 (4/10), Jeddah: OIC, 1986
- ²⁴ Al-Qaraḍāwī, Yūsuf, Ḥalāl wa Ḥarām fī al-Islām (Cairo: Maktabat Wahbah, 1994), 87
- ²⁵ Al-Zuhaylī, Wahbah, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh (Damascus: Dār al-Fikr, 1985), 3:191
- ²⁶ Al-Qaraḍāwī, Yūsuf, Ḥalāl wa Ḥarām fī al-Islām (Cairo: Maktabat Wahbah, 1994), 88
- ²⁷ Majma' al-Fiqh al-Islāmī, Resolution No. 95 (4/10), Jeddah: OIC, 1986
- ²⁸ 'Uthmānī, Muḥammad Taqī, Fiqh al-Buyū' al-Mu'āṣirah (Karachi: Maktabat al-Ma'ārif, 2001), 2:312
- ²⁹ Rashīd Riḍā, Muḥammad, Tafsīr al-Manār (Cairo: al-Hay'ah al-Miṣrīyah al-Āmmah, 1947), 6:144
- ³⁰ Al-Zuhaylī, Wahbah, Al-Fiqh al-Islāmī wa Adillatuh (Damascus: Dār al-Fikr, 1985), 3:192

- ³¹ Al-Rāzī, Fakhr al-Dīn, *Al-Tafsīr al-Kabīr* (Cairo: al-Maṭba‘ah al-Bahiyah, 1890), 12:84
- ³² Al-Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, *Al-Jāmi‘ li Ahkām al-Qur‘ān* (Cairo: Dār al-Kutub al-Miṣriyah, 1936), 6:72
- ³³ Ibn Kathīr, Ismā‘īl ibn ‘Umar, *Tafsīr al-Qur‘ān al-‘Azīm* (Beirut: Dār al-Ma‘rifah, 1987), 2:142
- ³⁴ Bin Bayyah, ‘Abdallāh, *Ṣinā‘at al-Fatwā wa Fiqh al-Aqalliyyāt* (Jeddah: Dār al-Minhāj, 2007), 214
- ³⁵ Majma‘ al-Fiqh al-Islāmī, *Resolution No. 137 (7/14)*, Jeddah: OIC, 1997